Urdu Research Journal: Refereed Journal for Urdu,ISSN 2348-3687,Issue: 11th July-Sept. 2017 Page No. 144-145

تحریکات ورجحانات

تحریک سرسید کا سیاسی و معاشرتی پس منظر

محمد فیض احمد، ریسرچ اسکالر، شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی

سر سید احمد خاں کا شمار ان جینئیس با بصیرت اور یگانہ روزگار شخصیات میں ہے جو صفحۂ ہستی پر کبھی کبھی نمودار ہوتی ہیں اور نامساعد حالات اور ناساز گار ماحول کے باوجود اپنی ندرت فکر و عمل سے زمانے کے دھارے کا رخ موڑ دیتی ہے۔ اسلام اور مسلمان جب کبھی اندونی خطروں یا بیرونی حملوں سے دوچار ہوتے ہیں تو ان سے مدافعت اور اسلام کی حمایت کے لئے ایسی برگزیدہ شخصیتیں پیدا ہوتی ہیں جو موقع پر حالات کے لحایظ سے اپنی عقل کے مطابق اسلام کو پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی نے مسلمانوں کی سیاسی طاقت کا بتدریج انحطاط دیکھا۔ جیسے جیسے دوسری قومیں طاقت پکڑتی جاتی تھیں مسلمانوں کے ہاتھ سے طاقت نکلتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۷ئ کے غدر کے بعد تو ایسا معلوم ہوا کہ ان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ ان کا سارا بھرم سیاسی طاقت کے سہارے پر تھا۔ وہ ختم ہوئی تو سب کچھ ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کی ساری خوش حالی بلکہ تمام تر زندگی سیاسی اقتدار اور جاگیر دارانہ نظام سے وابستہ تھی۔ سیاسی طاقت کے ہاتھ سے نکلتے ہی ان کا کوئی سہارا نہ رہا۔ عہدے، جاگیریں، روزگار، اقتدار سب کچھ چھن گیا۔

اب مسلمان برطانوی دور تسلط میں زوال و پستی اور غربت و افلاس میں زندگی بسر کر رہے تھے اور غدر نے مسلمانوں کی رہی سہی کمر بھی توڑ کر رکھ دی تھی۔ نیز مسلمان معاشی و اقتصادی بدحالی اور تعلیمی پسماندگی کے شکار تھے۔ اس وقت معمار قوم سرسید نے محسوس کیا کہ مسلمان جدید اور سائنسی علوم وفنون حاصل کر کے ہی باعزت اور باوقار مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن مصلحت اسی میں تھی کہ گھر میں بیٹھے رہو کیوں کہ حالات نازک اور خراب تھے۔ لیکن وہ اولو العزم انسان نامساعد حالات کے سامنے سپر ڈالنے سے انکار کر دیتا ہے۔ اور عزم مسمّم کرتا ہے کہ اپنی قوم کو ذلت و نکبت سے نکالنے میں اپنی زندگی کے آخری لمحات صرف کر دیگا۔ چنانچہ خود کہتے ہیں:

"غدر کے بعد مجھ کو نہ اپنا گھر لٹنے کا رنج تھا نہ مال و اسباب کے تلف ہونے کا جو کچھ رنج تھا اپنی قوم کی بربادی کا۔ آپ یقین کیجئے کہ اس غم نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ اور میرے بال سفید کر دیئے یہ خیال پیدا ہوا کہ نہایت نامردی اور بے مروّتی کی بات ہے کہ اپنی قوم کو اس تباہی کی حالت میں چھوڑ کر کسی گوشۂ عافیت میں جا بیٹھوں۔ میں نے ہجرت کا اردا ترک کیا اور قوم کی بھلائی کے لئے جدوجہد کی راہ اختیار کی میرے غم خوار مجھ کو اس سے منع کرتے تھے لیکن میرا دل ان سے یہ کہتا تھا:

حریف کاوش مژگاں جو ریزم
نہ ناصح بدست آور رگ جانی و نشتر را تماشہ کن۔

پھر میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ قوم کو اس زمانے کی ضرورت کے موافق تعلیم دینا اور یورپ کے علوم کا ان میں جاری کرنا کیا اسلام کے برخلاف ہے؟ مجھے جواب ملا نہیں۔"

سرسید دل کے اس جواب پر اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے لگے چنانچہ سب سے پہلے سرسید نے یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کے غیض وغضب اور اس کی نفرت کا اصل سبب محض غلط فہمی ہے۔ انگریزوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دی گئی تھی کہ بغاوت در اصل اس لئے ہے کہ پھر سے مغل حکومت قائم کرنے اور انگریزوں

کو یہاں سے نکالنے کے لئے مسلمانوں کی ایک زبردست سازش کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ سر سید نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور جب انکا تبادلہ مراد آباد ہوا تو انہوں نے اس کے کچھ دنوں بعد بغاوت کے خاص وجوہات پر ایک کتاب "اسباب بغاوت ہند" لکھی۔ ۱۸۵۹ئ میں انہوں نے اس کی پانچ سو جلدیں طبع کرائی جن میں سے چند جلدیں اپنے پاس رکھی ایک جلد حکومت کو پیش کی اور باقی تمام جلدیں انگلستان بھیج دی۔ سر سید نے بڑی جرأت کے ساتھ حکومت کو اس بغاوت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ انہوں نے مثالیں دے کر ثابت کیا کہ حکومت عوام کے جذبات کا صحیح اندازہ نہیں کر سکی۔

سر سید نے عیسائی مبلغوں کی ان کارروائیوں کی طرف اشارہ کیا انہوں نے ہندوستانیوں کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا کر دی تھیں۔ اور انہیں حکومت کی سرپرستی بھی حاصل تھی۔ اس کتاب نے انگرزوں کی آنکھیں کھول دیں اور انگریزوں نے غلط اثر لینے کے بجائے ان میں سے بہت سی تجویزوں کو منظور بھی کر لیا۔ اور انہیں تجویزوں کی بنیاد پر بعد کی بہت سی اصلاحات کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کتاب نے سر سید تحریک کو تقویت دی اور ساتھ ہی اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں مغل حکومت دوبارہ قائم کرنے کی سازش کی تھی۔ اس طرح اس کتاب سے مسلمانوں کے بارے میں انگریزوں کی بدگمانی اور ان کا غم و غصہ بھی ختم ہوا اور سر سید نے حکومت کا اعتماد بھی حاصل کر لیا۔ اس طرح سر سید مسلمانوں کی معاشرتی اور تہذیبی زندگی میں بھی اصلاح اور پسماندگی سے نجات دلانے کی پوری کوشش کی۔ چنانچہ ۱۸۶۳ء میں سائنٹفک سوسائٹی قائم کی۔ اور اس سوسائٹی کے ذریعہ انہوں عوام کے خیالات میں تبدیلی لانا چاہی اور نئے خیالات کی روشنی سے تنگ نظری، تعصب اور ذہنی جمود کو دور کیا اس سوسائٹی کا مقصد مغربی علوم و فنون سے واقفیت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ خود اپنے علمی ورثے کی حفاظت اور اپنے کارناموں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا تھا۔ خود سر سید اعلان کرتے ہیں کہ:

"ہنر، فن اور علم ایسی عمدہ چیزیں ہیں کہ ان میں ہر ایک چیز کو نہایت اعلی درجہ تک حاصل کرنا چاہئے۔ ایک متعصب انسان ان تمام دلچسپ اور مفید باتوں سے جو نئی نئی تحقیقات اور نئے نئے علوم سے حاصل ہوتی ہیں محض جاہل اور ناواقف رہتا ہے۔ اس کی عقل اور اس کے دماغ کی کوت محض بے کار ہو جاتی ہے۔ اور تربیت و شائستگی تہذیب و انسانیت کا مطلق نشان نہیں پایا جاتا۔"

باالفاظ دیگر اس سوسائٹی کا مقصد ان علوم و فنون کی کتابوں کا جن کو انگریزی زبان یا یورپ کی کسی اور زبان میں ہونے کے سبب ہندوستانی نہیں سمجھ سکتے ایسی زبانوں میں ترجمہ کرنا جو ہندوستانیوں کے عام استعمال میں ہوں۔ اور ایشیاء کے قدیم مصنفوں کی کمیاب اور نفیس کتابوں کی تلاش کر کے بہم پہنچانا اور چھاپنا تھا۔ سوسائٹی کے قیام کے دو سال بعد سر سید نے "اخبار، سائنٹفک سوسائٹی" یا "انسٹی ٹیوٹ گزٹ" کے عنوان سے ایک ہفت روزہ اخبار کی اشاعت کا آغاز کیا۔ انہوں نے پریس کی آزادی کو اپنا مقصد بنایا۔ اس جریدے نے ملکی رائے عامّہ کی تربیت میں اہم خدمات انجام دیں۔ اور بڑے مفید اور اہم مضامین اور لیکچر شائع کئے۔ ان کے علاوہ بھی اور کئی کتابیں اور رسائل جاری کئے اور اپنی سیاسی بصیرت سے سر سید نے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے پر اکسایا اور اپنی پوری توجہ اس پر صرف کر دی کیوں کہ ان کا خلال تھا کہ ہندوستانیوں کو کسی آرگنائزیشن کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہے تو صرف تعلیم کی۔ اور یہ بات آج کے حالات پر بھی پوری طرح صادق آتی ہے۔

☆☆☆